ششماہی علمی مجلہ جدید قرآنی افکار، بہار اور موسم گرما ۲۰۲۵، سال ۱، شمارہ ۱
Academic journal of the Jadid Quranic Afkar, Spring & summer2025/ Vol.1, No. 1
قرآنی طرزِ زندگی میں محبت کا مرکزی کردار: ایک تجزیاتی مطالعہ
محمد عسکری ممتاز & محمد نظیر عرفانی

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

The Central Role of Love in the Quranic Lifestyle: An Analytical Study

Mohammad Askari Mumtaz[1] & Mohammad Nazir Irfani[2]

Abstract

In the Quranic Lifestyle, love holds a central position—not merely as an emotion but as an act of worship and a comprehensive system of living. The Holy Quran presents various forms of love—love for Allah, affection for the Prophet Muhammad (PBUH) and his Ahl al-Bayt (family), love for family and parents, and compassion for all people—as the foundation of a balanced society. Love for Allah is a requirement of faith, drawing the believer toward worship and justice. Love for the Prophet (PBUH) is an integral part of faith, and his life serves as a practical manifestation of love. Devotion to the Ahl al-Bayt is described as the reward of prophethood and a means of spiritual growth. Within family ties, love and mercy are emphasized as sources of tranquility, while kindness and respect toward parents are strongly encouraged. The Quran promotes brotherhood, cooperation, and selflessness among people, considering assistance to the poor, orphans, and travelers as acts of righteousness. Avoiding harm to others and collaborating in good deeds are highlighted as signs of piety. Overall, the Quranic lifestyle presents love as a comprehensive system that leads to human perfection, social harmony, and divine pleasure.

Keywords: Quran, Lifestyle, Love, Affection.

---

1. PhD in Qur'an and Orientalism, Higher Education Center for Qur'an and Hadith, Al-Mustafa International University, Qom, Iran. (askarishigri@yahoo.com).
2. Assistant Professor, Al-Mustafa International University. (man818@yanoo.com).

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

ششماہی تحقیقی مجلہ جدید قرآنی افکار، بہار اور موسم گرما ۲۰۲۵، سال ۱، شمارہ ۱
Academic journal of the Jadid Quranic Afkar, Spring & summer2025/ Vol.1, No. 1
The Central Role of Love in the Quranic Lifestyle An Analytical Study
Mohammad Askari Mumtaz & Mohammad Nazir Irfani

قرآنی طرزِ زندگی میں محبت کا مرکزی کردار: ایک تجزیاتی مطالعہ *

محمد عسکری ممتاز[1] اور محمد نظیر عرفانی[2]

اشاریہ

قرآنی طرز زندگی میں محبت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جو نہ صرف ایک جذبہ بلکہ عبادت اور زندگی کا ایک نظام ہے۔ قرآن مجید محبت کی مختلف شکلوں جیسے خدا سے محبت، رسول اللہ ﷺ اور اہل بیت سے مودت، خاندان اور والدین سے پیار، اور عام انسانوں سے ہمدردی وغیرہ کو متوازن معاشرے کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ خدا سے محبت ایمان کا تقاضا ہے جو بندے کو عبادت اور عدل کی طرف راغب کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ ہے اور آپ کی سیرت محبت کے عملی مظاہر ہیں۔ اہل بیت سے مودت کو اجرِ رسالت کا صلہ قرار دیا گیا ہے، جو معنوی ترقی کا ذریعہ ہے۔ خاندانی رشتوں میں محبت اور رحمت کو سکون کا باعث بتایا گیا ہے، جبکہ والدین کے ساتھ نرمی اور احترام پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن انسانوں کے درمیان اخوت، تعاون، اور ایثار کو فروغ دیتا ہے اور غریبوں، یتیموں اور مسافروں کی مدد کو نیکی قرار دیتا ہے۔ دوسروں کو تکلیف دینے سے گریز اور مثبت کاموں میں تعاون کو تقویٰ کی علامت بتایا گیا ہے۔ مجموعی طور پر، قرآنی طرزِ زندگی محبت کو ایک جامع نظام کے طور پر پیش کرتا ہے جو انسانی تکمیل، سماجی ہم آہنگی، اور رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔

کلیدی الفاظ: قرآن، طرز زندگی، حب، محبت۔

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۵/۲/۲۳ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ : ۲۰۲۵/۴/۱۵

۱. پی ایچ ڈی، شعبۂ قرآن و مستشرقین، قرآن و حدیث ہائر ایجوکیشن سینٹر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران.
(askarishigri@yahoo.com).

۲. اسسٹنٹ پروفیسر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی.(man818@yahoo.com).

تمہید

انسانی زندگی کی تکمیل اور سماجی ہم آہنگی کے لیے محبت ایک بنیادی جزو ہے۔ قرآنِ مجید، جو انسانیت کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے، محبت کو نہ صرف ایک جذبہ بلکہ ایک عبادت اور طرزِ زندگی کی حیثیت دیتا ہے۔ قرآنی تعلیمات میں محبت کی مختلف شکلیں—خدا سے محبت، رسول سے محبت، انسانوں سے محبت، اور کائنات سے محبت—ایک متوازن معاشرے کی تشکیل کرتی ہیں۔

زندگی میں انسان کو جن مہارتوں کی شدید ضرورت ہوتی ہے، ان میں سے ایک دوسروں سے محبت کرنے کا ہنر ہے۔ محبت کا دائرہ صرف ازدواجی تعلقات تک محدود نہیں ہوتا، بلکہ یہ مہربانی اور دوستی دوسرے انسانوں سے لے کر دیگر مخلوقات تک پھیلی ہوتی ہے۔ البتہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے جذبات کا بدلہ پائے، اسی لیے وہ انہی مخلوقات سے محبت کرتا ہے جو اس کے جذبات اور کیفیات کا جواب دے سکیں۔ یہاں "محبت" کا لفظ مہربانی، دوستی، پیار، اور اس جیسے دیگر الفاظ کا ہم معنی ہو سکتا ہے۔ لفظ "ورزی" (یعنی مشق اور تربیت) پر زور اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ محبت، مہربانی، اور پیار فطری طور پر سب میں موجود ہوتے ہیں، لیکن اسے زندگی کی ایک ضروری مہارت کے طور پر پروان چڑھانے کے لیے معرفت اور شناخت بڑھانا اور خاص طرز عمل اپنانا ضروری ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ "محبت ورزی" سے مراد وہ مشترکہ دلچسپیاں ہیں جو آپ میں یا آپ کے درمیان موجود ہیں اور جنہیں اعمال کے ذریعے مزید نکھارا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا، محبت کا دائرہ انتہائی وسیع ہے اور اس میں خدا سے محبت، رہنماؤں اور پیشواؤں سے محبت، عام لوگوں سے محبت، اور جیون ساتھی سے محبت جیسے پہلو شامل ہیں۔

۱. کلیدی مفاہیم کی مختصر وضاحت

۱-۱. طرز زندگی کے لغوی معنی

طرز زندگی کے لئے لغت اور اصطلاح میں بہت سے معانی بیان کیے گئے ہیں اور اس میں بہت سی تقسیمات بھی ہیں جن کی تحقیق و تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قرآنی طرز زندگی اور دوسری ثقافتوں اور تہذیبوں کی طرز زندگی کے درمیان فرق کو واضح کیا جا سکے۔

"طرز زندگی" کے مفہوم کو مکمل اور درست واضح کرنے کے لیے اس کا لغوی اور اصطلاحی نقطہ نظر سے تجزیہ کیا جانا ضروری اور ناگزیر ہے۔

قدیم انگریزی زبان میں «style of life»، «style of living» کی اصطلاحات طرز زندگی کے مساوی قرار دی جاتی ہیں، جبکہ موجودہ دور میں «life style» کی اصطلاح اور «lifestyle» کی عبارت زیادہ استعمال کی جاتی ہیں۔ کہ کچھ لوگ اسے "طریقہ زندگی" اور بعض "طرزِ زندگی" کے طور پر ترجمہ کرتے ہیں۔

"طرز زندگی" دو لفظ "طرز" اور "زندگی" پر مشتمل ہے۔ لغت میں "طرز" کا مطلب طریقہ، انداز، رسم و رواج، قاعدہ، اسلوب وغیرہ آیا ہے۔ (معین، ۱۳۴۲ش، ج۲، ص۱۸۱۸؛ انوری، ۱۳۸۱ش،، ج۵، ص۴۰۱۶) لغت میں "زندگی" کا مطلب ہے عمر، حیات، زندگانی، ہستی، معاش، زندہ رہنا وغیرہ۔ (معین، ۱۳۴۲ش، ج۲، ج۲، ص۱۷۵۳؛ انوری، ۱۳۸۱ش، ج۵، ص۳۸۸۹)

۱-۲. طرز زندگی کے اصطلاحی معنی

پیر بورڈیو "Bourdieu Pierre" فرانسوی ماہر نفسیات اور ماہر تعلقات عامہ طرز [سٹائل] کی مطلق تعریف میں کہتا ہے: "طرز یا انداز، ان خصوصیات کا اظہار کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے جو اپنے اندر سرگرمیوں کی دنیا کا مکمل خلاصہ ہے، جیسے کہ ایک مساوات جو ایک منحنی کا خلاصہ کرتی ہے۔" (بوردیو، ۱۳۹۵ش، ص۲۵۸)

"طرز زندگی" کے حوالے سے مختلف معانی نظر آتی ہیں۔ مشیل سوبل-جو شاید 'طرز زندگی' کی تعریف پر سب سے زیادہ لکھنے والے پہلے شخص ہے- کا خیال ہے کہ اس بات پر تقریباً کوئی تجرباتی یا تصوراتی توافق موجود نہیں ہے کہ کون سی چیز طرز زندگی تشکیل دیتی ہے۔

کچھ دیگر دانشمندوں کا نظریہ ہے کہ اس مفہوم کو، زیر مطالعہ موضوع کے لحاظ سے، مختلف طریقوں سے تعریف کیا جا سکتا ہے، اور کی جانے والی تعریف، اس تصور کو استعمال کرنے کے دوسرے طریقوں کی نفی نہیں کرتی۔ صرف اتنا ضروری ہے کہ اس سیاق و سباق کی وضاحت کی جائے، جس میں یہ تصور استعمال کیا گیا ہے۔ (فضلی، ۱۳۸۲ش، ص۶۷) مفہوم کی تعریف کے اس طریقے نے "طرز زندگی" کے استعمال کو مزید عمومی بنا دیا ہے اور اسے ہر چیز کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات غلطی سے اسے ”ثقافت“ یا ”طبقہ“ کے برابر سمجھا جاتا ہے، لہٰذا غلطی سے بچنے کے لیے کوئی بھی اس کے بارے میں بات کرنا چاہے، اسے واضح طور پر اس کی وضاحت کرنی چاہیے کہ اس مفہوم سے اسکی مراد کیا ہے۔

دنیا میں طرز زندگی کی تحقیق نے اب تک جن اہم ترین پہلوؤں یا بنیادوں پر توجہ مرکوز کی ہے وہ یہ ہیں:

طرز زندگی اور صحت، طرز زندگی اور تفریحی طرز زندگی اور ثقافت۔ (شہابی، ۲۰۲۳ء)

۱-۳. محبت کے لغوی اور اصطلاحی معنی

"محبت" کے معنی کسی کو پسند کرنا (ابن منظور، ۱۴۱۴ق، ج۱، ص۲۸۹)، کسی خوشگوار چیز کی خواہش (طریحی، ۱۴۱۶ق، ج۲، ص۳۲)، یا کسی کے ساتھ مہربانی کرنا ہیں (انوری، ۱۳۸۱ش، ج۷، ص۶۷۳۳)، جبکہ "عشق" انتہائی شدت سے محبت کرنے کو کہتے ہیں۔ اخلاقیات اور تصوف کے علماء کی اصطلاح میں، محبت کسی موافق چیز کی طرف میلان کو کہتے ہیں۔ (قشیری، ۱۴۲۱ق، ص۵۸۴) جب یہ میلان کسی خوشگوار چیز کی طرف حد سے تجاوز کر جائے اور انتہائی شدت اور افراط تک پہنچ جائے تو اسے "عشق" کہا جاتا ہے۔ (ابن عربی، ۱۴۲۲ق، ج۲، ص۳۴۷)

۲. قرآن میں محبت

محبت کا شمار قرآنی زندگی کے بنیادی اصول میں ہوتا ہے۔ قرآن پاک لوگوں کو محبت کی دعوت دیتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ خدا کی محبت کا ایک مظہر اس کی رحمت ہے۔ قرآن کی ۱۱۳ سورتیں رحمت (رحمٰن و رحیم) کی صفت سے شروع ہوتی ہیں۔ (بسم الله الرحمن الرحیم) اور اللہ کی رحمت اس کے غضب سے پہلے ہے۔ «یا مَن سَبَقَتْ رَحمَتُهُ غَضَبَه» (طوسی، ۱۴۱۱ق، ص۶۹۶) «اے وہ جس کی رحمت اس کے غضب سے پہلے ہے»۔

بنیادی طور پر خدا کی دوستی اور خدا کے دوستوں سے دوستی کو فروع دین میں سے ایک فرع اور «تولّی» شمار کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ "حب" اور اس کے فعل اور مشتقات تراسی بار استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ مقامات پر "حب" کی تعریف کی گئی ہے جبکہ کچھ جگہوں پر مذموم محبت مراد لی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ محبت کو اپنی مقدس ذات سے نسبت کرنے والی محبت قرار دیا ہے: "آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، تب اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے" (سورہ آل عمران/۳۱)

کبھی مذموم اور پسندیدہ محبت کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں "ود"، "مودة"، "رحمت" جیسے الفاظ بھی محبت کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

۲-۱. خدا سے محبت

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: «وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ» (سورۃ البقرہ ۱۶۵: ۲)۔ یعنی "جو لوگ ایمان لائے ہیں، وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔" خدا سے محبت ایمان کا تقاضا ہے، جو بندے کو اطاعت، شکر، اور عبادت کی طرف راغب کرتی ہے۔ یہ محبت انسان کو ظاہری و باطنی پاکیزگی، انصاف، اور رحم دلی کی تعلیم دیتی ہے:

«وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللهِ أَندَاداً يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبّاً لِّلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعاً وَأَنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ» (بقرہ/۱۶۵)

اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا مدمقابل قرار دیتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنی چاہیے اور ایمان والے تو سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں اور کاش یہ ظالم لوگ عذاب کا مشاہدہ کر لینے کے بعد جو کچھ سمجھنے والے ہیں اب سمجھ لیتے کہ ساری طاقتیں صرف اللہ ہی کی ہیں اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں نہایت شدید ہے۔

یوم سبت یعنی (ہفتے کا دن) یہود کے ہاں متبرک ایام میں سے اور عبادت کا دن ہے۔ اس دن انہیں سیر و شکار اور کام کاج کی ممانعت تھی جس کی وجہ سے مچھلیاں اس دن زیادہ مقدار میں سطح آب پر ظاہر ہوتی تھیں۔ دریا کے کنارے بسنے والوں نے مختلف حیلے بہانوں سے اس دن بھی مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کر دیا تو اللہ نے انہیں مسخ کر دیا۔

تفسیری نکات:

۱. لفظ «حُبّ» کی جڑ «حَبّ» ہے اور اس سے مراد گندم کا ایک حصہ ہے جسے دانہ کہا جاتا ہے اور جب دو انسانوں فرد کے درمیان دوستی ہو جاتی ہے، دوستی کے دوران انسان کسی کے دل کے کسی حصے پر قبضہ کر لیتا ہے یا اس کے دل کا کوئی حصہ دوسرے کا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس دوستی کو محبت کہتے ہیں اور شدید محبت کو عشق کہا جاتا ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۲. سچی محبت کا مقصد ہمیشہ کسی نہ کسی قسم کے کمال کا ہوتا ہے۔ انسان کبھی بھی نقص سے پیار نہیں کرتا اور ہمیشہ ایک کامل وجود کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ، جس کا وجود اور کمال سب سے افضل ہے، زیادہ محبت کا مستحق ہے۔

۳. خدا سے محبت مؤمن کی فطرت میں موجود ہوتی ہے اور اس کے ہمراہ عقل، معرفت اور علم ہوتا ہے، لیکن کافروں کی بتوں اور جھوٹے معبودوں سے محبت کی جڑیں جہالت، توہم پرستی اور تخیل پر ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے مومنین کی محبت ٹھنڈی اور خاموش نہیں ہوتی بلکہ مشرکوں کی محبت غیر مستحکم اور فانی ہوتی ہے اور عذاب الٰہی کو دیکھ کر ان کے تمام خیالات ٹوٹ جاتے ہیں۔

۴. اسلامی احادیث میں آیا ہے کہ خدا سے محبت کرنے والوں کے معنی محمد اور آل محمد علیہم السلام ہیں اور ظالموں کے معنی اہلبیت علیہم السلام کے دشمن ہیں۔

البتہ یہ بات واضح رہے کہ ایسی احادیث آیت کی مکمل مثالیں بیان کرتی ہیں وگرنہ دوسری صورت میں آیت کا مفہوم ان ہستیوں سے مخصوص نہیں ہے۔

۲-۲. رسول اللہ ﷺ سے محبت

قرآن میں اللہ نے نبی کریم ﷺ کو "رحمةً لِّلعَالَمِين" (سورۃ الانبیاء ۲۱:۱۰۷) قرار دیا ہے۔ آپ (ص) کی ذات سے محبت ایمان کا حصہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" (بخاری)۔ آپ (ص) کی سیرت—نرم خوئی، درگزر، اور ہمدردی—محبت کے عملی مظاہر ہیں:

«قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ» (توبہ/۲۴)

کہہ دیجئے: تمہارے آباء اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارے وہ اموال جو تم کماتے ہو اور تمہاری وہ تجارت جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری پسند کے مکانات اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو ٹھہرو! یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

نکتہ۔ خطاب اہل ایمان سے ہے کہ اگر تمہارے دلوں میں ایمان ہے تو ان دلوں میں ایمان کے منافی چیزوں کے لیے گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر ایمان کے منافی چیز کی دل پر حاکمیت ہے تو یہ ایمان کی نفی ہے۔

تفسیری نکات:

۱. جب مسلمانوں کو جنگ کا حکم دیا گیا تو ان میں سے بعض اپنے کافر والدین، بھائیوں اور بچوں کے بارے میں فکر مند تھے، جن سے انہیں لڑنا تھا اور ان میں سے بعض کے دل اپنے سرمائے اور کاروبار سے وابستہ تھے، جو زیادہ تر مشرکوں کے ہاتھ میں تھے اور ایک گروہ جن کے مکہ میں اچھے گھر تھے وہ جنگ کے دوران ان کی تباہی یا بربادی سے خوفزدہ تھے۔
یہ آیت ان لوگوں کے حالات کو بیان کر رہی ہے اور انہیں سخت تنبیہ کرتی ہے۔

۲. آیت میں انسانی مادی زندگی کے آٹھ قسم کے سرمائے کا ذکر کیا گیا ہے، اور ان میں سے چار یعنی باپ، اولاد، بھائی اور شریک حیات کا تعلق قریبی خاندانی گروہ سے ہے، اور قبیلہ بھی انسانی سماجی گروہ سے متعلق ہے۔ دو حصوں کا تعلق لوگوں کے سرمائے اور کام سے بھی ہے اور آخر میں قیمتی مکانات اور رہائش کا ذکر ہے۔

۳. آیت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ لوگ اپنے معاشی سرمائے اور انسانی جذبات کو نظر انداز کر دیں بلکہ اس کا مقصد حقیقی ایمان کا معیار بیان کرنا ہے۔ سچا مومن وہ ہے جو اسے خدا، رسول سے جدا نہ کرے اور حق و باطل کے راستوں پر جب کسی دوراہے پر جہاں ایک طرف خدا اور خدا کا رسول ہو اور دوسری طرف اس کا مادی مفاد ہو، معاشی معاملات، بیوی، اولاد اور رشتہ داروں سے محبت؛ تو سچا مومن وہ شخص ہے جو اپنے مذہب، دین اور اعتقادات سے زیادہ معاشی معاملات کو اہم نہیں سمجھتا۔

۴. آیت میں تمام زمانوں کے مسلمانوں کو شامل کیا گیا ہے۔ آج کی دنیا میں بھی اگر مسلمان جہاد کے لیے تیار نہ ہوں اور اپنے مادی مفادات کو خدا اور رسول کی رضا پر ترجیح دیں تو ان کا مستقبل تاریک ہو جائے گا اور وہ خطرے میں پڑ جائیں گے۔

۵. مادیات کو خدا، رسول اور جہاد پر ترجیح دینا ایک قسم کی نافرمانی اور فسق ہے اور ایسے لوگ جو مادی زندگی کی رونقوں میں کھوئے ہوئے ہیں، خدا کی ہدایت کے مستحق نہیں ہیں۔

٦. آیت نے یہ نہیں کہا کہ تم اپنے رشتہ داروں اور مادی وسائل سے محبت نہ کرو، بلکہ یہ کہا کہ تم خدا، اس کے رسول اور جہاد سے زیادہ مادیات سے محبت نہ کرو۔

۲-۳. اہل بیت رسول علیہم السلام سے محبت

«ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُل لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْناً إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ شَكُورٌ» (شوری/۲۳)

یہ وہ بات ہے جس کی اللہ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالح بجالاتے ہیں، کہہ دیجئے: میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا سوائے قریب ترین رشتہ داروں کی محبت کے اور جو کوئی نیکی کمائے ہم اس کے لیے اس نیکی میں اچھا اضافہ کرتے ہیں، اللہ یقینا بڑا بخشنے والا، قدردان ہے۔

نکتہ:

جس طرح والدین بڑھاپے میں اولاد کے احسان کے محتاج ہوتے ہیں، اولاد کو بھی خردسالی میں والدین کی توجہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ نے اس ضرورت کو فطرت کے ذریعے پورا کیا ہے اور والدین کے دل میں اولاد کی محبت اس طرح عطا فرمائی ہے کہ وہ اولاد کو دل و جان سے عزیز سمجھتے ہیں، جبکہ والدین پر احسان کو توحید کے بعد اہم ترین فریضہ قرار دیا ہے، کیونکہ انسان فطرتاً آنے والی نسل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اولاد عموماً والدین کو فراموش کر دیتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

«اَدْنَى الْعُقُوقِ اُفٍّ وَ لَو عَلِمَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ شَيْئاً اَهوَنَ مِنه لَنَهى عَنه» (کلینی، ۱۴۰۷ق، ج۲، ص۳۴۸)

کم ترین نافرمانی اف کرنا ہے۔ اگر اس سے بھی کمتر بات ہوتی تو اللہ اس سے بھی منع فرماتا۔

تفسیری نکات:

۱. اس آیت میں «القُربیٰ» کے حوالے سے چار تشریحات پیش کی گئی ہیں:

الف) اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب لوگ ہیں، یعنی اہل بیت، جن کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سے کا صلہ ہے اور ان کی امامت کو قبول کرنے کا ذریعہ ہے، جو نبوت کا تسلسل ہے۔

ب) اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو انسان کو خدا سے قریب کرتی ہیں۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

ج) اپنے رشتہ داروں سے محبت کرنا اور اُن پر رحم کرنا مقصود ہے۔

د) اس کا مقصد نبی (ص) کے نسبی یا سببی رشتہ داروں کا احترام اور انکی حرمت کا خیال رکھنا ہے۔

البتہ تیسری اور چوتھی تفسیر نبی ﷺ کے اجر رسالت سے موافق نہیں ہے اور دوسری تفسیر بھی مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ تمام مسلمان خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں لذا اس پر زور دینے کے لئے آل کی محبت کو صلہ قرار دینے کی ضرورت نہیں تھی اور جو چیزیں انسان کو خدا سے قریب کرتی ہیں ان کی دوستی کافی نہیں ہے بلکہ خدا کی اطاعت کا حکم موجود تھا۔ مگر آیت میں اس کا ذکر نہیں آیا ہے۔

اس لیے پہلی تفسیر سب سے زیادہ موزوں اور موافق تفسیر ہے جسے قدیم مفسرین اور تمام شیعہ نیز عامہ مفسرین کی ایک جماعت نے قبول کیا ہے اور بہت سی روایات اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

اور قرآن میں پندرہ دیگر مقامات پر جہاں لفظ «القربی» استعمال ہوا ہے، اس کے معنی قریبی رشتہ دار ہیں۔

۲. قرآن کی متعدد آیات میں نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ کہیں: میں تم سے اپنے رسالت کے لیے اجرت طلب نہیں کرتا، اور اگر میں تم سے اجرت مانگوں تو وہ تمہارے لیے ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو یقیناً خدا تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

اور آخر میں، مندرجہ بالا آیت میں، اجر رسالت کے صلہ کو اہل بیت کی دوستی کے طور پر متعارف کرایا ہے، وہ اہلبیت جو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا تسلسل ہیں اور لوگوں کو خدا کی طرف لے جاتے ہیں۔ یعنی اہلبیت سے محبت اور در حقیقت اس محبت اور مودت کا فائدہ انہیں لوگوں تک پہنچتا ہے جن کے دلوں میں یہ محبت موجود ہوتی ہے۔

۳. شیعہ اور سنی احادیث کے مصادر میں بار بار نقل ہوا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے بارے میں ہے۔ من جملہ، اہل سنت کے مصادر حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے رشتہ دار کون ہیں جن کی دوستی ہم پر واجب ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی علیہ السلام اور فاطمہ (س) اور ان کے بچے، (اور رسول اللہ ﷺ نے اسے تین بار دہرایا)

۴. اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ سورہ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی تھی، اس آیت کا نزول حضرت محمد ﷺ کے خاندان سے محبت کے حوالے سے اس آیت کی اہمیت دوگنا اہم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل بیت سے محبت کا حکم خدا کی طرف سے اسلام کے آغاز سے ہی ہوا ہے جب پیغمبر اکرم مکہ میں تھے اور وہاں شیعہ اور اہل سنت کا کوئی تصور موجود نہیں تھا، اور اس بات پر بہت تاکید کی گئی ہے اور اسے اجر رسالت کا صلہ قرار دیا گیا ہے.

۵. اس آیت سے اہل بیت، اور رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے روحانی اور معنوی مقام کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، اور سنی مفسرین نے اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جو شخص آل محمد ﷺ کی محبت میں مرجائے وہ شہید کی موت مرتا ہے، اس لئے بخشش الہی، توبہ کرنے والے، صاحب ایمان کامل اور جنت کی بشارت کے ساتھ مرنے والوں کا مقام ہوگا۔

اور جو شخص اس دنیا کو آل محمد کی دشمنی کے ساتھ چھوڑے گا وہ خدا کی رحمت سے ناامید ہو کر اس دنیا کو چھوڑے گا اور وہ کافر ہوگا جس کو جنت کی خوشبو تک نصیب نہیں ہوگی۔

٦. دلچسپ بات یہ ہے کہ اس آیت میں خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ پیغمبر کے اجر رسالت کا صلہ اہل بیت سے محبت ہے، بلکہ فرمایا: پیغمبر کے اجر رسالت کا صلہ اہل بیت سے مودت ہے اور مودت محبت کا سب سے نچلا درجہ ہے۔

یعنی اللہ نے امت اسلامیہ کی ذمہ داری کو آسان کر دیا اور اہل بیت سے محبت و الفت کے اعلیٰ منازل کو لوگوں پر فرض نہیں کیا بلکہ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اگر ان سے ذرا سی بھی دوستی اور محبت ہو تو گویا اجر رسالت ادا کیا ہے۔ یعنی اہل بیت کی محبت کا سب سے نچلا مرحلہ جو مودت ہے وہ بھی نجات اور سعادت کی طرف لے جاتا ہے چہ جائے کہ انسان ان سے دوستی، الفت اور محبت کے اعلیٰ درجات تک پہنچ جائے تو وہ انسان ان ہستیوں کو اپنے لئے نمونہ عمل قرار دے کر معنوی اور روحانی اعلی مقامات تک پہنچ سکتا ہے۔

۷. اس آیت میں نیکیوں اور نیکیوں کے حصول کے بارے میں یہ عمومی قانون بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کار نیک انجام دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ کرتا ہے اور اس میں برکت دیتا ہے، اور نیکیاں اس کے لئے باعث برکت ہوتی ہیں، اجرو ثواب میں اضافہ کرتی ہیں اور اس کا اجر اسے زیادہ ملتا ہے۔

۸. امام حسن، ابن عباس اور دیگر کی احادیث میں کہا گیا ہے کہ اس آیت میں «حسنہ» کا معنی اہل بیت سے دوستی ہے۔

البتہ یہ بات واضح رہے کہ اہل بیت کی دوستی مذکورہ آیت کے عمومی قانون کی بہترین مثالوں میں سے ایک ہے لیکن آیت کا مفہوم وسیع ہے اور اس میں ہر قسم کے نیک اعمال شامل ہیں۔

۲-٤. خاندان (گھر والوں) کے ساتھ محبت

خاندان قرآنی معاشرے کی اکائی ہے۔ سورۃ الروم (۲۱:۳۰) میں ارشاد ہے: "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔" میاں بیوی، والدین اور اولاد کے درمیان محبت قرآنی اقدار کو مستحکم کرتی ہے:

«وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيهَا وَجَعَلَ بَينَكُم مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يتَفَكَّرُونَ» (روم/۲۱)

اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے ازواج پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے مابین محبت اور مہربانی پیدا کی، غور و فکر کرنے والوں کے لیے یقینا ان میں نشانیاں ہیں۔

نکتہ:

اولاً تخلیق میں مرد و زن کا توازن روز اول سے لے کر آج تک برقرار ہے یعنی نہ عورتوں کے لیے مردوں کی قلّت پیش آتی ہے اور نہ مردوں کے لیے عورتوں کی قلّت۔ ثانیاً اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں ایک دوسرے کے لیے کشش اور جزابیت رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے کو ایک دوسرے سے سکون ملے۔ سوماً یہ کہ ان کے درمیان حاکم اور محکوم کا رابطہ نہیں، بلکہ محبت و شفقت کا رابطہ قائم کیا ہے اور دونوں احترام انسانیت میں ایک

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

دوسرے کے مساوی ہیں۔

تفسیری نکات:

۱. آیت خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، یعنی انسانی بیویوں کی خود جنس انسان سے تخلیق کو بیان کرتی ہے۔
کیونکہ ایک ہی جنس کے میاں بیوی ہی ایک دوسرے کے جذبات، دکھ، درد اور ضروریات کو سمجھ سکتے ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کی اپنی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے، وہ، ہمدردی اور تعاون کے ساتھ امن وسکون والا ماحول پیدا کر سکتے ہیں۔

۲. یہ آیت بتاتی ہے کہ شادی کا مقصد آرام اور سکون ہے۔
جی ہاں ایک اچھی بیوی اور ایک اچھا شوہر ایک دوسرے کے لیے ذہنی، جسمانی اور روحانی سکون کا باعث ہے۔
انسان شریک حیات کے بغیر نامکمل ہے، شریک حیات کی صحبت، تعاون اور دوستی سے وہ اپنا وجود مکمل کرتا ہے اور اس میں ذہنی اور جذباتی توازن پیدا ہوتا ہے اور وہ ذمہ داریوں کو نبھاتا ہے جس سے اس کی شخصیت میں نکھار آتا ہے۔
شاید اسی لیے غیر شادی شدہ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو کم محسوس کرتے ہیں اور بعض اوقات طویل عرصے تک تنہا زندگی گزارنے کی وجہ سے وہ ذہنی امراض اور ذہنی عدم توازن کا شکار ہو کر بے سکونی کی زندگی گزارتے ہیں۔

۳. بیوی سکون لاتی ہے اور انسان کی ذہنی صحت کو یقینی بناتی ہے۔
میاں بیوی کی مشترکہ زندگی اس وقت کامیاب ہوتی ہے جب گھر میں سکون موجود ہو۔ وہ امن جو بیوی اور بچوں کی ترقی اور سربلندی کا سبب ہو؛ لیکن اگر گھر کا ماحول لڑائی جھگڑے کا ماحول پیدا کرے اور میاں بیوی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں تو درحقیقت وہ شادی کے مقصد تک نہین پہنچے بلکہ وہ راستے سے بھٹک چکے ہیں۔

۴. مودّت اور رحمت میں فرق

اس کا جواب یہ ہے کہ (مودّت) سے مراد وہ دوستی ہے جو میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہے، لیکن رحمت ایک قسم کی قربانی اور ایثار کا جذبہ ہے جس کی روشنی میں بچے پرورش پاتے ہیں اور بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں۔

۵. اس آیت میں میاں بیوی کے درمیان دوستی اور رحمت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ممکن ہے کہ آیت کا مفہوم تمام انسانوں کے درمیان دوستی اور رحمت (قربانی) ہو جس کی واضح مثال میاں بیوی ہیں۔ یعنی دوستی اور رحمت (قربانی) معاشرے اور خاندان کے تمام افراد کے تعلق اور ربط کا اصلی عنصر ہے جس کی کمی پریشانیوں، جدائیوں اور تکلیفوں کا باعث ہے۔

۲-۵. والدین سے محبت

«وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً» (اسراء/ ۲۴)

اور مہر و محبت کے ساتھ ان کے آگے انکساری کا پہلو جھکائے رکھو اور دعا کرو: میرے رب! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پالا تھا۔

نکتہ:

جس طرح والدین بڑھاپے میں اولاد کے احسان کے محتاج ہوتے ہیں، اولاد کو بھی خرد سالی میں والدین کی توجہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ نے اس ضرورت کو فطرت کے ذریعے پورا کیا اور والدین کے دل میں اولاد کی محبت اس طرح عطا فرمائی کہ وہ اولاد کو جان سے عزیز سمجھتے ہیں، جبکہ والدین پر احسان کو توحید کے بعد اہم ترین فریضہ قرار دیا، کیونکہ انسان فطرتاً آنے والی نسل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اولاد والدین کو فراموش کرتی ہے۔

تفسیری نکات:

۱. والدین کے حق میں دعا کرنے کے متعلق اس آیت میں جو اہم نکتہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ارشاد ہوتا ہے کہو: اے میرے رب! جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے، میری تربیت کی ہے ان پر اپنی رحمت فرما۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

اس تعبیر کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کے والدین بوڑھے اور کمزور ہو جائیں تو یہ نہ بھولیں کہ آپ بھی ایک دن کمزور اور ناتوان (بچے) تھے اور وہ آپ سے محبت کرتے تھے۔

۲. ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کو کاندھوں پہ اٹھائے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرا رہا تھا۔ اسی وقت اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو عرض کی یا رسول اللہ: کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، حتی تم نے اس کے ایک آہ (حمل کے دوران) کا بھی بدلا ادا نہیں کیا۔

۳. اس آیت میں والدین کے سامنے تواضع کی تاکید کی گئی ہے اور امام کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: (والدین کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو ان کے نام سے نہ پکاریں (بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مثلاً: میرے بابا یا بابا جان)، ان کے آگے نہ چلیں، ان کے سامنے نہ بیٹھیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے لوگ اس کے والدین کو برا بلا کہیں۔

۲-۶. لوگوں سے دوستی نیز انفاق اور ایثار

قرآن انسانوں کے درمیان محبت کو اخوت کی بنیاد قرار دیتا ہے: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" (الحجرات ۱۰:۴۹)۔ اس کے ساتھ، حدیث کا اصول "اپنے لیے پسند کرو وہی جو دوسرے کے لیے پسند کرو" (بخاری) سماجی انصاف اور ہمدردی کو فروغ دیتا ہے۔ قرآن غرباء، یتیموں، اور مسافروں کے ساتھ محبت اور تعاون کی تلقین کرتا ہے (سورۃ البقرہ ۱۷۷:۲)۔

«وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ» (حشر/۹)

اور جو پہلے سے اس گھر (دار الہجرت یعنی مدینہ) میں مقیم اور ایمان پر قائم تھے، وہ اس سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آیا ہے اور جو کچھ ان (مہاجرین) کو دے دیا گیا اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی خلش نہیں پاتے اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔

تفسیری نکات:

۱. ان آیات میں انصار کے بعض اوصاف اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

الف) وہ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں؛

ب) انصار غریب مہاجروں کو دیے گئے مال غنیمت کی ضرورت اپنے لئے محسوس نہیں کرتے اور وہ نہ ہی ان سے حسد کرتے ہیں۔

ج) وہ لوگ بے لوث ہیں اور ضرورت کے وقت تارکین وطن کو ترجیح دیتے ہیں اور انہیں اپنی جائیداد سے حصہ دیتے ہیں۔

۲. واضح ہے کہ ان آیات میں مہاجرین اور انصار کے لیے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے سچے اور ثابت قدم اصحاب کے لیے ہیں اور جو بعد میں رسول اللہ ﷺ سے نفاق یا جنگ کے ذریعے الگ ہو گئے۔ یا انہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے حقیقی جانشین حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی کی، وہ لوگ یقیناً ان آیات کے مصداق نہیں ہیں۔

نتیجہ: یہ کہ قرآنی طرز زندگی محبت پر مبنی ہے جہاں تک احادیث میں بیان کیا گیا ہے: «عن الباقر (علیہ السلام): وَ هَلِ الدِّینُ إِلَّا الْحُب»؛ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کیا دین محبت کے علاوہ کچھ اور ہے؟ یہ بات انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں موثر ہے اور زندگی کو محبت سے بھرپور بناتی ہے۔

۳. لوگوں کی خدمت کرنا

قرآن کریم لوگوں کو دوسرے انسانوں کی مدد کرنے کی دعوت دیتا ہے، اس لیے انسان کو ہمیشہ تصدق اور بخشش کا حکم دیتا ہے اور رقوم شرعیہ (جیسے خمس، زکوۃ اور صدقات) کا ایک بڑا حصہ غریبوں، یتیموں اور غلاموں کی آزادی کے لیے مقرر کیا ہے۔

«وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» (انفال/۴۱)

اور جان لو کہ جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ، (اس کے رسول) اور (رسول کے) قریب ترین رشتے داروں اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان

لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے روز (حق اور باطل میں جدائی) جس دن دونوں (مومنین اور کافرین) لشکر آمنے سامنے ہوگئے تھے اپنے بندے پر نازل کی تھی اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

نکتہ:

مادہ، غ-ن-م، اہل لغت کے نزدیک الفوز بالشیء بلامشقۃ۔ کسی چیز کا بغیر مشقت کے حاصل ہونا ہے۔ اسلامی جنگوں کے بعد یہ لفظ جنگی غنیمت میں زیادہ استعمال ہونے لگا۔ لہٰذا جب یہ لفظ قرآن وسنت میں استعمال ہوا تو ہم اسے قدیم لغوی معنوں میں لیں گے اور اگر اسلامی جنگوں کے بعد اہل اسلام نے اس لفظ کو استعمال کیا ہو تو ہم اس سے جنگی غنیمت مراد لیں گے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غنیمت کے علاوہ کسی اور چیز پر خمس نہیں ہے، کیونکہ غنیمت کے علاوہ معدنیات، زمین کی کانوں۔ اور آبی دولت پر بالاتفاق خمس ہے۔

خمس کے سلسلے میں ان تحریروں کا مطالعہ ضروری ہے جن میں رسول اسلام ﷺ نے مختلف علاقوں سے آنے والے وفود کو اور مختلف قبائل کو دیے گئے امان ناموں میں جہاں اطاعت رسول (ص)، برائت از مشرکین، نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے وہاں ادائے خمس کا بھی حکم صادر فرمایا ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے خمس کے بارے میں کئے گئے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: «فی کل ما افاد الناس من قلیل او کثیر»۔ تمام آمدنی پر خمس ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔ دوسری روایت میں سوال ہوا: کیا ہر قسم کی کمائی پر خمس ہے؟ معصوم علیہ السلام کی روایت ہے: «علیه الخمس بعد مؤنة عیاله و بعد خراج السلطان»۔ ہاں! اپنے عیال کا خرچ اور حکومتی ٹیکس ادا کرنے کے بعد اس پر خمس ہے۔ (. حر عاملی، ۱۴۱۴ق، ج۹، ص۴۸۷)

«إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ» (توبہ/٦٠)

یہ صدقات تو صرف فقیروں، مساکین اور صدقات (جمع کرنے) کے کام کرنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مقصود ہو اور غلاموں کی آزادی اور قرضداروں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (جو راہ میں فقیر ہوگئے ہوں) کے لیے ہیں، (یہ) اللہ کی طرف سے ایک مقرر حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔

قرآنی طرز زندگی کی اہم خصوصیات میں سے، باہمی تعاون، ایک دوسرے کی مدد بلخصوص-معاشرے میں موجود نادار افراد کی مدد کرناہے۔

۴. دوسروں کو تکلیف دینے سے گریز کرنا

قرآن پاک دوسروں کو اذیت اور تکلیف دینے سے سختی منع سے کرتا ہے اور مردم آزاری سے دور رہنے کی دعوت دیتا ہے جس سے بہترین طرز زندگی اپنانے میں مدد ملتی ہے۔

٤-١. الٰہی رہنمائوں کو ہراساں کرنے سے گریز کرنا

«وَمِنهُمُ الَّذِينَ يؤْذُونَ النَّبِي وَيقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيرٍ لَكُمْ يؤْمِنُ بِاللهِ وَيؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ» (توبہ/۶۱)

اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نبی کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ کانوں کے کچے ہیں، کہہ دیجیے: وہ تمہاری بہتری کے لیے کان دے کر سنتا ہے اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مومنوں کے لیے تصدیق کرتا ہے اور تم میں سے جو ایمان لائے ہیں ان کے لیے رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

٤-٢. حجاب، خواتین کی حفاظت کا ضامن

«يا أَيهَا النَّبِي قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يدْنِينَ عَلَيهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يعْرَفْنَ فَلَا يؤْذَينَ وَكَانَ اللهُ غَفُوراً رَّحِيماً» (احزاب/۵۹)

اے نبی! اپنی ازواج اور اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے: وہ اپنی چادریں تھوڑی نیچی کر لیا کریں، یہ امر ان کی شناخت کے لیے (احتیاط کے) قریب تر ہو گا پھر کوئی انہیں اذیت نہ دے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، مہربان ہے۔

٤-٣. اہل ایمان پر ظلم و ستم نہ کرنا

«الَّذِينَ ينفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ لَا يتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنّاً وَلَا أَذىً لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيهِمْ وَلَا هُمْ يحْزَنُونَ» (بقرہ/۲۶۲)

جو لوگ اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں نہ اذیت دیتے ہیں، ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے اور انہیں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ محزون ہوں گے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

«عن رسول الله(ص): مَنْ آذَى مُؤْمِناً فَقَدْ آذَانِي وَ مَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَ». (مجلسی، ۱۴۰۳ق، ج ۶۴، ص ۷۲)

«رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے کسی مومن کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی»

۵. زندگی میں باہمی تعاون کا رواج

قرآن لوگوں کو زندگی میں مثبت کاموں میں تعاون اور مدد کی دعوت دیتا ہے یہ معاملہ انسان کی انفرادی اور معاشرتی زندگی پر بہترین اثرات مرتب کرتا ہے اور ایک نیا انداز متعین کرتا ہے۔

«وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ» (مائدہ/۲)

نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرو، اللہ کا عذاب یقینا بہت سخت ہے.

تفسیری نکات:

۱. نیک کاموں میں تعاون کا حکم، اپنی حفاظت اور تقویٰ پیدا کرنے کے لیے ایک عمومی اسلامی اصول ہے جو تمام تر سماجی، قانونی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی مسائل کو اپنے دائرے مین لئے ہوئے ہے جو رضاکارانہ امدادی کمیٹیوں کی تشکیل اور بوقت ضرورت افراد اور معاشرے کی امداد کے لیے بنیادی کردار ادا کر سکتا ہے۔

۲. لفظ "تقویٰ" کا مطلب ہے اپنے آپ کو جسمانی اور ذہنی نقصان سے بچانا۔ آیت کی یہ تفسیر اپنی مدد اور اس کی حفاظت کے پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یعنی دوسروں کے تعاون سے تقویٰ اور حفاظت نفس کی بنیاد فراہم کریں اور اپنے آپ کو ذاتی اور معاشرتی نقصان سے بچائیں، لیکن لفظ "نیکی" سے مراد دوسروں کی مدد ہے، اس لیے انسانوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے سے دونوں (مادی اور معنوی) شعبوں میں تعاون کریں۔

۳. زمانہ جاہلیت کے عقائد کے برخلاف قرآن کی نظر میں باطل، گناہ اور جابرانہ اہداف کے سلسلے میں تعاون قطعاً حرام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں کہا کرتے تھے: اپنے بھائی کی حمایت کرو خواہ وہ مظلوم ہو یا ظالم۔ اس

لیے لوگ بغیر تحقیق کے قبائلی جنگوں میں داخل ہوتے اور ایک دوسروے کو قتل کرتے تھے۔
موجودہ دور میں یہی جاہلانہ عقیدہ انفرادی اور بین الاقوامی تعلقات پر ایک دوسرے پر حکومت کر رہا ہے اور وہ سیاست دان یا حکومتیں جن کے مفادات مشترک ہیں ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور لڑنے کے لیے ظالم اور مظلوم کو ایک دوسرے سے الگ کیے بغیر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۴. اسلامی فقہ میں مذکورہ آیت کو شرعی طور پر استعمال کیا گیا ہے اور بعض خرید و فروخت اور تجارتی معاہدوں کو جو گناہ میں معاون سمجھے جاتے ہیں، ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ جیسے شراب خانوں کو انگور بیچنا، عدالت کے دشمنوں کو ہتھیار بیچنا، یا ناجائز لین دین اور شریعت کے خلاف کام کرنے کے لیے جگہ کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، جن کی احکام فقہی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔

خاتمہ

قرآنی طرزِ زندگی میں محبت صرف ایک جذبہ نہیں، بلکہ ایک نظامِ حیات ہے۔ یہ محبت انسان کو خود غرضی سے نکال کر اللہ اور اس کی مخلوق کی خدمت پر آمادہ کرتی ہے۔ جب محبت ایمان، عمل، اور اخلاق کا حصہ بن جائے تو معاشرے میں امن، رواداری، اور عدل کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ قرآن ہمیں یاد دلاتا ہے: "اور رحم کرنے والوں پر رحمٰن (اللہ) رحم کرتا ہے" (سورۃ الحجر/ ۱۵)۔ لہٰذا، محبت ہی وہ قوت ہے جو انسان کو اس کی حقیقی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

کتابیات

قرآن مجید۔

۱. ابن عربی، محیی الدین. (۱۴۲۲ق). الفتوحات المکیه. دار احیاء التراث العربی.

۲. ابن منظور، محمد بن مکرم. (۱۴۱۴ق). لسان العرب. دار صادر.

۳. انوری، حسن. (۱۳۸۱ش). فرہنگ بزرگ سخن. انتشارات سخن.

۴. بوردیو، پییر. (۱۳۹۵ش). بہ طعم فرہنگ: جامعہ شناسی سیاسی . (ایوبی، حجت اللہ، مترجم). نشر ثالث. (اصل اثر بہ فرانسوی ۱۹۷۹)

۵. حر عاملی، محمد بن حسن. (۱۴۱۴ق). وسائل الشیعہ. ق مؤسسہ آل البیت.

۶. شہابی، محمود. (۲۰۲۳ء). سبک زندگی کاسموپولیتن در جوانان ایرانی و تأثیرات سیاسی آن. مشاہدہ: فروردین ۱۴۰۴-https://rasekhoon.net/article/show/903200

۷. طریحی، فخر الدین. (۱۴۱۶ق). مجمع البحرین. کتابفروشی مرتضوی.

۸. طوسی، محمد بن حسن. (۱۴۱۱ق). مصباح المتہجّد. مؤسسہ فقہ الشیعہ.

۹. فضلی، محمد. (۱۳۸۲ش). مصرف و سبک زندگی. صبح صادق.

۱۰. قشیری، عبدالکریم. (۱۴۲۱ق). رسالہ قشیریہ. دار الکتب المصری.

۱۱. کلینی، محمد بن یعقوب. (۱۴۰۷ق). اصول کافی. دار الکتب الاسلامیہ.

۱۲. مجلسی، محمد باقر. (۱۴۰۳ق). بحار الانوار. دار احیاء التراث العربی.

۱۳. معین، محمد. (۱۳۴۲ش). فرہنگ فارسی (ج۲). انتشارات امیر کبیر.

Bibliography

1. Qurʾān-i majīd [The Holy Quran].
2. Anvarī, H. (2002). Farhang-e Bozorg-e Sokhan [The Comprehensive Sokhan Dictionary]. Enteshārāt-e Sokhan [Sokhan Publishing]. (Originally published 1381 SH)
3. Bourdieu, P. (2016). Be Ṭaʿm-e Farhang: Jāmeʿeh-šenāsī-ye Sīyāsī [The Taste of Culture: Political Sociology] (Ḥ. Ayyūbī, Trans.). Nashr-e Sāles [Sales Publishing]. (Original work published 1979, translated 1395 SH)
4. Fażlī, M. (2003). Maṣraf va Sabk-e Zendegī [Consumption and Lifestyle]. Ṣobḥ-e Ṣādeq [Sobh-e Sadeq Publishing]. (Originally published 1382 SH)

5. Ḥurr ʿĀmilī, Muḥammad b. Ḥasan. (1993). Wasāʾil al-Shīʿah [The Instruments of the Shi'a]. Muʾassasah Āl al-Bayt [Āl al-Bayt Institute]. (Originally published 1414 AH)
6. Ibn ʿArabī, Muḥyī al-Dīn. (2001). Al-Futūḥāt al-Makkiyyah [The Meccan Revelations]. Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī [Revival of Arab Heritage Press]. (Originally published 1422 AH)
7. Ibn Manẓūr, M. b. Mukarram. (1993). Lisān al-ʿArab [The Tongue of the Arabs]. Dār Ṣādir [Dar Sadir]. (Originally published 1414 AH)
8. Kulaynī, Muḥammad b. Yaʿqūb. (1987). Uṣūl al-Kāfī [The Principles of al-Kafi]. Dār al-Kutub al-Islāmiyyah [Islamic Book House]. (Originally published 1407 AH)
9. Majlisī, Muḥammad Bāqir. (1983). Biḥār al-Anwār [Seas of Lights]. Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī [Revival of Arab Heritage Press]. (Originally published 1403 AH)
10. Moʿin, M. (1963). Farhang-e Fārsī [Persian Dictionary]. Enteshārāt-e Amīrkabīr [Amirkabir Publishing]. (Originally published 1342 SH)
11. Qushayrī, ʿAbd al-Karīm. (2000). Al-Risālah al-Qushayrīyah [The Qushayri Epistle]. Dār al-Kutub al-Miṣriyyah [Egyptian Book House]. (Originally published 1421 AH)
12. Shahābī, M. (2023). Sabk-e Zendegī-ye Cosmopolitan dar Javānān-e Īrānī va Taʾsīrāt-e Sīyāsī-ye Ān [Cosmopolitan Lifestyle among Iranian Youth and Its Political Impacts]. Moshāhedeh. Retrieved Farvardin 1404 SH, from https://rasekhoon.net/article/show/903200
13. Ṭurayḥī, Fakhr al-Dīn. (1995). Majmaʿ al-Baḥrayn [The Meeting Point of the Two Seas]. Ketābfurūshī-ye Murtazawī [Morteza Bookshop]. (Originally published 1416 AH)
14. Ṭūsī, Muḥammad b. Ḥasan. (1991). Miṣbāḥ al-Mutahajjid [The Lamp of the Devout]. Muʾassasah-ye Fiqh al-Shīʿah [Shiʿa Jurisprudence Institute]. (Originally published 1411 AH)